پبلسٹی نمبر ۲

اسلام اور آریہ سماج

کی

پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ

عبدالحق ودیارتھی

پبلسٹی کمیٹی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مسلم پرنٹنگ پریس لاہور
میں باہتمام منشی کرامت علی صاحب پرنٹر چھپوا کر شائع کیا

تاریخ طبع ۲۱/۵/۱۵ء
تعداد طبع ایک ہزار

www.abdulhaq.info/books

اسلام اور آریہ سماج

کی

پچاس سالہ آویزش کا نتیجہ

تعارف آج سے کم وبیش سو سال پیشتر شوراتری کی رات کو ایک ہندو نوجوان اپنے باپ کے ساتھ ہندو تثلیث کے ایک رکن شوجی مہاراج کی پوجا میں مصروف تھا، شوجی کے بُت کے سامنے نذر و نیاز کی نعمتیں پیش ہو رہی تھیں مٹھائی پھل اور حلوا جو انسان کو مرغوب ہے وہ دیوتا کا بھی من پسند کہا جاتا ہے اسلئے کہ انسان کا مجوزہ خدا اس کی اپنی خواہشات اور جذبات کی ہی عکسی تصویر ہوتا ہے دیو بھوگ کے نام میں وہ سب کھانے اور پھل شامل ہیں جو لوگوں کو بے حد پسند ہیں لہذا وہ دیوتاؤں اور بزرگوں کے شرادھ اور نذر و نیاز میں بھی پیش کرنے کی نعمتیں ہیں اسی خیال اور ارادت سے پوجاری نے شوجی کے بُت کے سامنے طرح طرح کی مٹھائیاں پیش کر کے اپنے حلوے اور مانڈہ کی خیر منائی تھی اور دلی یقین اور اعتقاد کے ساتھ آرزو یہ تھی کہ شوجی مہاراج کی مورتی (بُت) ضرور ان نذروں کو شرف قبولیت بخشے گی اس امر کا جس قدر یقین باپ کو تھا بیٹا نوجوان ہو جانے کی وجہ سے اسی قدر کم اعتقاد تھا۔ یکایک اس شو بھگت (شو کے پجاری) نوجوان نے

اونگھ سے آنکھ جھپک کر دیکھا کہ ایک اور شوجی کا پجاری (چوہا) شوجی کی اس مورتی کے آگے بھوگ یا نذر نیاز کے پیش کردہ ان تحائف پر اچھل اچھل کر فلا باز یاں کھا رہا ہے اور وہ اپنی دلی شردھا (ارادتمندی) سے نذر کی شیرینیوں کو اپنے تصرف میں لا رہا ہے۔ یہ دیکھکر اس نوجوان کے دل میں یہ خیال گدگدایا کہ کیا ایسی شوجی کی مورتی کی پوجا کرنی چاہیئے جو ایک چوہے سے بھی زیادہ کمزور اور اپاہج ہے یہ واقعہ درست ہے یا بعد میں اسلامی تعلیم سے متاثر ہو کر اس نوجوان نے خود ترتیب دے لیا ہے کیونکہ اس کی اصل قرآن مجید میں ۱۳۰۰ سال پہلے سے موجود ہے اور مسلمانوں کا بچہ بچہ اس دلیل سے ہمیشہ ہمیشہ واقف رہا ہے اور ہندوؤں کے بڑے بڑے لیڈر اس سے متاثر ہو کر بت پرستی کو چھوڑ چکے ہیں، بابا نانک جی مہاراج، بھگت کبیر، راجہ رام موہن رائے اور کیشپ چندر سین وغیرہ وغیرہ وہ بزرگ ہیں جو اسلام کے اصول توحید سے بالخصوص متاثر ہوئے، قرآن مجید فرماتا ہے وان یسلبھم الذباب شیئاً لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب ما قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیز ۲۲: ۲۰ کہ ان بتوں سے ایک مکھی اگر کوئی چیز چھین کر لیجائے تو اس سے اس کو چھڑا نہ سکیں گے پجاری اور بت دونوں کمزور ہیں انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہیں جانی جو اس کی قدر کا حق ہے اللہ تو بے حد قوی اور غالب ہے، چوہا تو بڑا جانور ہے یہ تو مکھی سے بھی اپنی نذر چھین نہیں سکتے یہ بت انسان کو کیا دے سکتے ہیں جو اپنی خفیف سی حرکت کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں۔ شوراتری کی اس روایت کردہ شب کو یا اس کے بعد کبھی اس نوجوان کے دل میں کسی وید منتر نے نہیں بلکہ قرآن مجید کی اس آیت نے اپنا عکس ڈالا اور وہ ہندو

دہرم کے اصل الاصول بت پرستی سے بیزار ہوگیا اصول اسلام کی یہ پہلی فتح تھی جو آریہ سماج
کے بانی سوامی دیانندجی مہاراج کے ہاتھوں ہندو دہرم پر ظاہر ہوئی۔

ذات پات کی تفریق کا تیاپانچا | خداوند عالم کی وحدت اور نسل انسانی کی مساوات دونوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ ناقابل انفکاک تعلق رکھتے ہیں آریوں
میں ذات پات اور تفریق تھی اسلئے اُن کے خدا یا دیوتا الگ الگ تھے۔ انکی نجات
کے اصول اور ذرائع جُدا جُدا تھے، ان کی زندگی جن رسُوم وآداب کا مجموعہ تھی وہ ہر ذات
اور ورن کے لحاظ سے اپنے اصُول و فروع میں مختلف تھے۔ برہمن، چھتری، ویش
اور شودر کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنی اپنی ذات کی مقررہ راہ اور ڈگر پر ہولیتا تھا آریہ راجہ
کا فرض تھا کہ وہ دہرم شاستر کے مطابق ہر ورن اور ذات کو اپنی اپنی راہ چلنے پر
مجبور کرے دنیا کا ہر سکھ اور عقبیٰ کی ہر نعمت کا حصُول اس امر پر موقوف تھا کہ لوگ
اپنی عمر کی ہر منزل میں اپنے مقررہ طریق عمل کو چھوڑ کر دوسرے کی راہ اختیار نہ کریں
بانی آریہ سماج نے سب سے پہلے ہندو قوم کے اس تفرقہ کو بھانپا اور کوشش کی کہ ذات
پات کی ان کڑی بندھنوں کو ڈھیلا کر دیا جائے جس طرح حسب روایت بُت کی
اس کمزوری کے نظارہ نے اُن کو بت پرستی سے ایک وقت کے لئے بیزار کر دیا اور وہ توحید
کا جذبہ لیکر گھر سے نکل کھڑا ہوا، مگر توحید کا یہ نقش اس کے اندر ایک مدہم سا نقش تھا
اور ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا تھا جس نے اُسے گھر سے تو نکال دیا مگر بُت پرستی
سے اُسے کامل نفرت نہ ہوئی یا توحید کی جڑ اس کے اندر مضبوط نہ ہوئی۔ کیونکہ ایک
عرصہ بعد بھی وہ سومنت میں دیکھے گئے نہ صرف ایک معمولی ممبر کی حیثیت سے بلکہ
اُسی بُت پرستی کے پُر جوش مبلغ کی حیثیت سے، اسی طرح ذات پات کے متعلق بھی ہوا۔

نے اپنی پوزیشن گومگو میں رکھی اسلئے آریہ سماج کے علما میں بھی اسکے متعلق اختلاف رہا
مگر اب "ذات پات توڑک منڈل" (جو آریہ سماج کا ہی ایک شاخسانہ ہے) آریوں کا منہ
اس مسئلہ میں بھی قبلۂ اسلام کی طرف لا رہا ہے اصول اسلام کی یہ دوسری فتح ہے
جو قدیم آریہ مذہب پر حاصل ہوئی۔

عقیدہ تناسخ کی جڑ کو دیمک کھا گئی

آریہ سماج بلکہ کل ویدک دھرم کا ایک بہت بڑا مسئلہ تناسخ کا عقیدہ ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ انسان
کے تمام اختلافات نسلی، قومی، لونی، لسانی، خوشحالی، و بدحالی اور سکھ دکھ کی بنیاد
اس کے گذشتہ جنم کے اچھے اور برے اعمال پر ہے، ذات پات توڑک منڈل
نے (جو درحقیقت اسلام کا ایک جزوی نام ہے) ہندوؤں میں سے ذات پات
کی تفریق کو مٹا کر گویا مسئلہ تناسخ کی جڑ کو کاٹ دیا۔ کیونکہ ہندوؤں کے نزدیک تناسخ
کی بڑی دلیل یہ ہے کہ انسان اور انسان میں اختلاف ہے جو از خود نہیں ہو سکتا
اور نہ خدا کی طرف سے بغیر جزا اور سزا ہو سکتا ہے پس مسئلہ تناسخ یقیناً حق ہو
مگر اب آریہ کہتے ہیں ذات پات کا اختلاف نامعقول ہے از روئے پیدائش سب
لوگ برابر ہیں، اس خیال اور قول کی رو سے مسئلہ تناسخ بھی غیر معقول ہوا جو شخص پچھلے
جنم کے اچھے اعمال کے بدلہ میں برہمن کے گھر یا بہترین مقام میں پیدا ہوا، کیا وہ اس
کے برابر اور مساوی ہو سکتا ہے جو اپنے اعمال بد کی سزا یا پاداش میں شودر اور نیچ
ذات میں پیدا ہوا ہو۔ برہمن کے بیٹے اور شودر کے بیٹے کو برابر ٹھہرانا گویا پرماتما
کے قانون جزاء و سزا میں صریحاً مداخلت ہے جو ناقابل معافی جرم ہے بہرحال ہم
مسلمان اس ہندو ذہنیت کے انقلاب پر خوش ہیں کہ آریہ سماج اور ہندو سیاسی

لیڈروں نے اسلام کی طرف ایک تیسرا قدم بھی اٹھایا ہے۔

بیواؤں کی شادی یا ویدک اصول کی بربادی

سوامی دیانند جی مہاراج بانئے آریہ سماج نے بڑی تاکید کیساتھ فرمایا کہ ودھوا (بیوا) کا نکاح نہ ہونا چاہیئے بلکہ اس کے دکھ کا مداوا مسئلہ نیوگ میں ہے، اس موضوع پہ آریہ سماج کے ساتھ مسلمانوں کے سینکڑوں مناظرے ہوئے کتابیں لکھی گئیں جواب الجواب ہوئے مگر حق کی تلوار کس قدر تیز ہے کہ بالآخر آریہ سماج نے مسئلہ نیوگ کو آہستگی سے چھوڑ دیا اور بیواؤں کی شادی نام نہاد ویدک ریتی مگر دراصل اسلامی اصول پہ ہونے لگی۔ بیوا کا ازدواج اس لحاظ سے بھی قابل غور ہے کہ ایک عورت کو تیمی کا یہ داغ پرماتما نے کیوں لگایا؟ کیونکہ عورت کے پچھلے اعمال ایسے بد تھے کہ اس کو بیوا بنایا جائے۔ چنانچہ ست جگ میں نہ ایسا کبھی ہوا اور نہ ہوسکتا تھا کہ برہمن عورت بیوا ہوجائے پس کلجگ میں بیواؤں کی کثرت انسانی ہاتھ سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ سے ہے جو عدل وانصاف یا نیاءِ کا کرتا اور فاعل ہے۔ اپنے اصول کے خلاف آریہ سماج کو اسلام کا یہ چوتھا تحفہ مبارک ہو۔

آریوں کی مسئلہ نیوگ سے بیزاری

آریہ سماج کا خصوصی مسئلہ نیوگ بقول انکے گذشتہ لیکچراروں کے تو اہ کتنا ہی پوتر اور پاک مسئلہ تھا مگر آریہ اخبارات میں بیواؤں کے نکاح اور بر کی ضرورت یا تلاش رشتہ کے اشتہارات تو بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں مگر "نیوگ کی ضرورت" کسی اخبار میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی سوامی دیانند جی نے جس قدر نیوگ کی تاکید کی آریہ سماج نے گویا اسی قدر اسکی تحقیر کی چنانچہ سوامی شردھانند کو لکھنا پڑا کہ برادنی ذات والوں کے

لئے ایک قابل عملدرآمد اصول ہے اعلیٰ ذات والوں کے لئے نہیں گویا ستیارتھ پرکاش اعلیٰ ذات والوں کیلئے نہ تھی کہ جس میں اسقدر اہمیت اسکی بتائی گئی ہے کہ نیوگ کے کرنے میں گناہ نہیں بلکہ نیوگ کا روکنا گناہ ہے گویا شادی اور بیاہ پر بھی اسے ایک گونہ فضیلت حاصل ہے کیونکہ بیاہ کا روکنا گناہ میں داخل نہیں ہم خوش ہیں کہ دین اسلام کی لائی ہوئی پاکیزگی کی طرف آریہ سماج کا یہ پانچواں قدم ہے جو اس نے پچاس برس کے غور و فکر کے بعد اٹھایا۔

صرف اپنی اپنی ذات میں شادی کا اصول

ویدک اصطلاح میں شادی صرف سَوَرن (اپنی ذات) میں جائز اور دھرم شاستر کے مطابق سمجھی جاتی ہے آسَوَرن وِواہ، غیر ذات میں نہ صرف شادی ناجائز ہے بلکہ اس قسم کی شادی سے اولاد بھی حرام کہلاتی اور باپ کی جائداد کی وارث نہیں ہو سکتی آریہ سماج اس سے انکار نہیں کر سکتی البتہ اس نے ذات پات کے اختلاف کو پیدائشی قرار دینے کی بجائے اعمال کے اوپر اس کا انحصار رکھا ہے جو شادی کے بارہ میں ناقابل عمل ثابت ہوا ہے فرض کیجئے آریہ سماج کے خیال کے مطابق جو شخص وید پڑھتا ہے پڑھاتا ہے یگیہ کرتا ہے کراتا ہے دان لیتا ہے دان دیتا ہے تو وہ برہمن ہے خواہ وہ پیدائش کے لحاظ سے ذات کا چمار ہو، اب سَوَرن وِواہ، کے اصول کی بناء پر اس فرضی برہمن کی شادی اسی قسم یا انہی صفات کی رکھنے والی عورت سے ہو سکتی ہے دوسرے ورن میں خواہ جنم کے لحاظ سے ہو یا عمل کے لحاظ سے اس کی شادی حرام اور ناجائز ہوگی، .. برہمن تو شاید ہزار میں ایک ان صفات کے رکھنے والا مل جائے مگر عورت دس لاکھ میں ایک ایسی صفات کی نہ ملیگی ایسی صورت

میں برہمنوں کی تمام شادیاں آریہ سماجی اصول کے مطابق نہ ہو سکیں گی اور دھرم شاستر کے مطابق ناجائز ہونگی۔ قابلِ غور یہ امر ہے کہ ویدک اُصول کی بنا پر تو یہ شادیاں دھرم کے خلاف اور ایسی شادیوں کے نتیجہ میں اولاد ناجائز مگر اسلامی طریق پر یہ شادیاں جائز اور اولاد صحیح۔ ایسی صورت میں آریہ خود ہی سوچیں کہ وہ عملاً ویدک دھرمی ہیں یا اسلامی شریعت کے پابند۔ اس امر واقع سے ہر شخص بآسانی اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ بظاہر یہ بیاہ سماج مندر کے اندر ہو رہا ہے مگر حقیقت میں اسلامی مسجد کے صحن میں ہے۔

ویدک دھرم کو طلاق سے

طلاق کا مسئلہ خالصۃً اسلامی مسئلہ ہے جس پر ہم نے گذشتہ پچاس برس کے طویل عرصہ میں ہندوؤں اور آریوں کی طرف سے بیشمار اعتراضات سُنے کبھی ہمیں کہا گیا یہ عورت پر ظلم ہے۔ یہ زنا کا دروازہ ہے یہ شہوت اور عیاشی کا لائسنس ہے۔ مسلمانوں کا نکاح سہرے سے خام ٹانکا اور کمزور جوڑ ہے یہ سب کچھ ہم نے صبر سے سُنا اور اپنی سمجھ کے مطابق جواب بھی دیتے مگر اسلام اور آریہ سماج کی نصف صدی کی آویزش کا نتیجہ یہی نکلا کہ آریوں اور سلجھے ہوئے خیال کے ہندوؤں نے ہندو قوم میں طلاق کے رواج کے لئے بیحد کوشش کی۔ ہندو ریاستوں میں قانون طلاق پاس کرا لیا اسمبلی میں اس کی منظوری کے لئے خوب زور لگایا۔ گویا ایک چیز جو وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بآسانی لے سکتے تھے ان سے لینا گوارا نہ کی ہاں وائسرائے کے ہاتھ سے ہی پیالہ پینے کی انتہائی آرزو اور تمنا کی انہوں نے ویدک اُصول کو چھوڑا اور خالص اسلامی مسئلہ کو وائسرائے کی مہر سے قبول کرنے کی بصد آرزو درخواست کی

ہندو عورت کو ورثہ کا حق اسلام دلا سکتا ہے

اگر یہ سچ ہے کہ ملکیت اور مالکیت میں اصولی فرق صرف اس قدر ہے کہ ملکیّت اپنی محنت کی کمائی پر اختیار نہیں رکھتی اور مالک کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنی کمائی پر پورا پورا اختیار رکھتا ہے تو ویدک دھرم میں عورت کی حیثیت مالک کی نہیں بلکہ مملوک کی ہے جو بیٹے کی طرح باپ کی جائداد کی وارث نہیں اور نہ وہ اپنی کمائی پر بحیثیت بیوی ہونے کے کوئی اختیار رکھتی ہے بلکہ لڑکیوں کی موجودگی میں متبنٰی اور نیوگ کا بیٹا جائداد کا وارث ہو جاتا ہے ان تمام مالی اختیارات کے حقوق عورت کے ہاتھ سے سلب ہو جانے کی وجہ سے عورت کو نردھن کہا جاتا ہے چنانچہ نروکت ۴: ۳ میں یاسک آچاریہ نے اور شتپتھ برہمن کانڈ ۴ ادھیایہ ۴ برہمن ۲ کنڈکا ۱۳ میں عورت کو غیر وارث قرار دیا ہے شتپتھ برہمن میں صاف لکھا ہے "دیوتاؤں نے بیویوں کو کاٹ کر مردوں سے خارج کر دیا اور اس طرح منقطع اور خارج ہو کر وہ نہ تو روح رکھتی ہیں اور نہ کوئی ورثہ پاتی ہیں" ہندو عورتوں نے یا ان کے وکلاء نے اگر اس کے خلاف آواز اٹھائی اور وائسرائے کی اسمبلی کا دروازہ کھٹکھٹایا تو یقیناً اس کے اندر بھی اسلامی اصول کی فتح ہے جس نے بیٹوں کی طرح بیٹیوں کو بھی باپ کی جائداد کا وارث ٹھہرایا ہے اور جس طرح خاوند بیوی کی جائداد کا وارث ہوتا ہے اسی طرح بیوی کو بھی خاوند کی وفات کے بعد اپنے حصہ پر بیٹوں کی موجودگی میں بھی اختیار دیا ہے۔

آریہ سماج کے پچاس سالہ کام پر ایک نظر

آریہ سماج اور ویدک دھرم کے اندر اصولی ردوبدل کو دیکھ کر اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ جس طرح موسم کی تبدیلی کے ساتھ زمین اور اس کی روئیدگیوں میں تر و تازگی اور

پژمردگی کے دور آتے رہتے ہیں اسی طرح قوموں کی تاریخ میں بھی خاص خاص اشخاص زندگی اور موت کے پیغامبر ہوتے ہیں بعض مصلحین کی آمد سے قومیں زندہ ہوتی ہیں اور بعض کے ہاتھوں موت کی آغوش میں سلادی جاتی ہیں تاکہ وہ کسی نئی نشاۃ ثانیہ کے رنگ میں اٹھ کھڑی ہوں ہندو دہرم ان پرانے مذاہب میں سے ایک مذہب ہے جس کی تاریخ زمانہ تاریخ نویسی سے بہت پہلے کی ہے اس دہرم کے قدیم سے قدیم لٹریچر سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس مذہب کی روح رواں چند ایک اصول ہیں جن پر اس کی عمارت ہزارہا سال سے کھڑی ہے، ہندوستان میں کسی مذہب کو اپنے زمانۂ تاریخ میں ایسی کامیابی حاصل نہیں ہوئی جس قدر اسلام کو اس قوم میں حاصل ہوئی ہے مسلمانوں کو بھی اپنی حکومت اور سلطنت کے دور میں . . . اشاعت اسلام کا اس کثرت سے پھل نہیں ملا جس قدر پھل اسلامی سلطنت کے ہندوستان سے رخصت ہو جانے کے بعد ملا ہے۔ اگر پودوں کے لئے کھاد کا ہونا ازبس ضروری ہے تو میں کہتا ہوں ہندوؤں میں اشاعت اسلام کے لئے آریہ سماج کا وجود بھی ضروری تھا جس نے اسلام، بانیٔ اسلام اور قرآن مجید کے خلاف، بہت گند اچھالا مگر اب آریہ سماج ہی ہے جو آہستہ آہستہ گو نادانستہ ہی سہی اسلامی اصولوں کی طرف نہ صرف خود آرہی ہے بلکہ دوسرے تعلیمیافتہ ہندوؤں کو بھی اپنے ساتھ لارہی ہے اور میرے خیال میں ہندوستان کی سرزمین میں یہ موسم کی تبدیلی سوامی دیانندجی کی کوششوں سے ظہور پذیر ہوتی چنانچہ لالہ لاجپت رائے اور پنڈت نردیو شاستری سابق پرنسپل جوالاپور کانگڑی جیسے علماء کی رائے ہے کہ سوامی دیانندجی کی زندگی سرتاپا انقلاب خیالات اور

تبدیلی عقائد کی زندگی تھی، بیشک وہ ایک کامیاب مناظر تھے مگر ایسے کامیاب جو ہر مناظرہ سے ایک نیا سبق اور ایک نیا عقیدہ پیدا کرتے تھے نہیں کہہ سکتے اگر وہ اب تک زندہ رہتے تو بقول زرویشٹ ستری کن خیالات اور عقائد کی فضا میں موجود ہوتے۔ افسوس ہے کہ حالات کی ناسازگاری، اُردو فارسی اور عربی سے ان کی ناواقفیت نے انہیں اسلام کی صحیح تعلیم سے واقف نہ ہونے دیا۔

ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو دو تبلیغی خط رجسٹری کرا کے بھیجے پھر ایک انعامی اشتہار بھی مقابلہ کے لئے طبع کرا کے بھیجا، مگر حضرت صاحب سنسکرت نہ جانتے تھے اور سوامی جی اردو نہ جانتے تھے اور یہ معصری کا وقت بھی بہت ہی محدود نکلا ورنہ سوامی جی نے جس طرح چند ایک اسلامی تعلیمات کا ہندو مذہب کے درخت میں پیوند لگایا تھا اس سے اُمید تھی کہ اگر ان کی زندگی ان سے قدرے اور وفا کرتی تو وہ یقیناً حق کو پا لیتے، تاہم اُن کے بعد بھی ہم ہندوؤں سے مایوس نہیں ہیں اس لئے کہ آریہ سماج ابھی سوامی جی کی تجویز کردہ ڈگر پر چل رہا ہے اور اصولِ اسلام کو ہندو اکثریت میں رواج دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے زیادہ توفیق دے۔ آمین ؛ ؛ ؛